منی ناول

دیارِ صبح کے اُجالوں میں

نایاب جیلانی

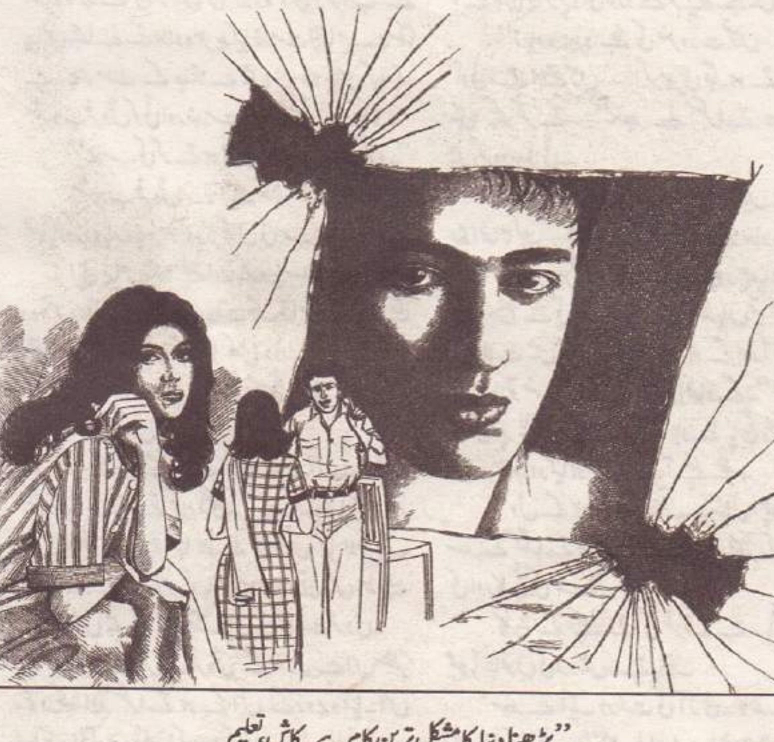

"پڑھنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ کاش، تعلیم اتنی ضروری نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی بھی تو پروفیسر اتنے کنجوس نہ ہوتے۔ ناپ تول کر نمبر دینے والے...... اتنے بے رحم اور سنگ دل، فیل کرتے ہوئے خوفِ خدا سے ذرا دل نہیں کانپا...... پروفیسر خالق، عاشق اور میم انزلہ سارے سال کا نزلہ...... کسی ایک پرچے میں بھی پاسنگ مارکس نہیں...... دفع دور، ایسی پڑھائی۔" یہ نادر ارشادات اسمارا کے تھے۔ وہ چمچے بھر، بھر کر شہد کھا رہی تھی اور اسی حساب سے شہد اور

لیموں کے پیسٹ کا مساج بھی کررہی تھی۔ اسے اپنے حسنِ جہاں سوز کی نزاکت اور بحالی کے لیے رزلٹ سے زیادہ تفکرات تھے۔ اگر اتنی عرق ریزی سے حسن نکھارنے کے بجائے دل لگا کر پڑھ لیتی تو بی ایس سی آنرز میں شاندار طریقے سے فیل نہ ہوتی۔

اس کے فیل ہونے کا صدمہ اسمارا سے زیادہ عاشر کو ہوا تھا۔ وہ صبح بھی آگ اگل کر گیا تھا۔

''میں کس منہ سے یونیورسٹی جاؤں گا؟ لوگ مجھے طعنے مار، مار کر ادھ موا کردیں گے۔ عاشر کی منگیتر سارے سبجیکٹ میں فیل......'' اس کے صدمات کی انتہا بس یہیں تک تھی۔

''اسی منہ کے ساتھ چلے جانا...... ویسے بھی تمہاری بہن نے پوری یونیورسٹی میں ٹاپ کر کے میرے فیل ہونے کی ذلت کو ڈھانپ لیا ہے سو یوڈونٹ وری......'' اسمارا نے کھلکھلاتے ہوئے جواب دیا تھا۔ مجال تھی جو اسے ذرا بھی غم تھا...... اور ایک اسما تھی اگر کسی سمسٹر میں فور جی پی نہ آتا تو وہ رو، رو کر پورا گھر سر پر اٹھا لیتی۔ تین ،تین دن کھانا نہ کھاتی...... صدمے کے مارے شکل فٹے منہ سی ہوجاتی تھی۔ مگر اسے کسی اور بات کی پروا کہاں تھی۔ اسے بس پڑھائی کو گھول گھول کر پینا تھا۔ حسن جاتا بھاڑ میں...... اور اسمارا اس کے بالکل الٹ تھی۔ اسے پڑھنے سے خاص شغف نہیں تھا۔ وہ تو بس بی ایس سی آنرز میں ایڈمیشن لے کر وقت گزار رہی تھی۔ اب فیل ہونے کے بعد اس مصروفیت سے بھی ہاتھ دھونا پڑ گئے تھے جبکہ اسما شہر سے دور ایک اور اچھی یونیورسٹی میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے جارہی تھی۔

جہاں اسما کی من پسند یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جانے کی خوشی منائی جارہی تھی۔ وہیں پہ اسمارا کی گھر میں خاصی گت بنائی گئی تھی۔

جب اسما پہلی چھٹیوں میں گھر آئی تو اسمارا ان دنوں کوئی لینگویج کورس کررہی تھی۔ اسما نے اسے بہت ہی ڈانٹا......

''تم دوبارہ سے پیپرز کی تیاری کرتیں...... اِدھر اُدھر ٹانگیں کیوں اڑا رہی ہو۔''

''یار! مجھے نہیں پڑھنا...... میں تو ٹائم پاس کررہی ہوں۔ ویسے بھی مجھ سے اپنی شکل نہیں بگاڑی جاتی...... سارا حسن تباہ ہوجاتا ہے۔ ذرا اپنی شکل دیکھو آئینے میں...... خوف سے دل کانپ رہا ہے میرا...... اتنے گہرے کالے بھیانک حلقے...... کالا رنگ...... تم کیا دھوپ میں بیٹھ کر نوٹس بناتی ہو ڈفر! اپنی حالت بگاڑ رکھی ہے۔'' اسمارا الٹا اس پر چڑھ دوڑی تھی۔ اور اسما بے پروائی سے سنتی رہی۔

''فیلڈ کا کام ہوتا ہے اور یہی تو دن ہیں پڑھائی کے...... حسن وصحت دوبارہ واپس لائی جاسکتی ہے۔'' وہ آئینے میں اپنے سانولے رنگ کو خاصا گہرا محسوس کررہی تھی۔

''مجھے تو خوف ہے کسی دن تمہارے منگیتر نے تمہیں دیکھ لیا تو منگنی توڑ کر دوبارہ اس طرف نہیں آئے گا۔'' اسمارا کی آنکھوں میں واضح شرارت تھی۔

''میرا منگیتر ایسا نہیں......'' اسما نے بھی مصنوعی اتراہٹ کا مظاہرہ کیا تھا۔

''ہاں...... اس کے اعصاب تمہاری طرح خاصے مضبوط ہوں گے۔ وہ تمہیں دیکھ کر بھیانک چیخ نہیں مارے گا۔ ان نوٹس کو چھوڑو اور اِدھر آؤ...... میں تمہارا مساج کروں۔ شکل کچھ بہتر دکھائی دے۔'' اسمارا نے ہمیشہ کی طرح اسے آفر کی تھی جسے اسما نے ان سنا کردیا۔

''وہ ہر طرح سے مضبوط ہوگا...... کیونکہ وہ اسما خلیل کا منگیتر ہوگا۔'' اس کے لہجے میں ایک استحکام اور یقین بول رہا تھا۔ اسمارا مساج کرتی لمحہ بھر کے لیے رک گئی تھی۔ جیسے اس کے الفاظ کی گہرائی میں اترنا چاہتی ہو۔ اسے اسما کے لہجے میں کچھ خاص محسوس ہوا تھا۔ کچھ عجیب سا...... کیا ایک فخر یا تکبر ...؟

''رہنے دو منگیتروں کی کوئی گارنٹی نہیں ہوتی۔'' اسمارا نے سر جھٹک کر کہا۔ جیسے اس کے لہجے میں

اترے ''یقین'' کو جھٹکنا چاہا۔

''لیکن مجھے اس پر یقین ہے، میں گارنٹی دے سکتی ہوں۔'' اسما کے اگلے الفاظ اسے ہکا بکا کر گئے تھے۔ وہ منہ کھولے اسے دیکھتی رہ گئی۔

''بغیر جانے، پرکھے، ملے، دیکھے، سنے......؟ حد ہے یار! کیسی افسانوی بات کرتی ہو۔'' اسمارا کا انداز مذاق اڑانے والا تھا۔

''میرا دل گواہی دیتا ہے، میں بھلا کیوں غیر حقیقی بات کروں گی، تم جانتی ہو...... میں کس قدر پریکٹیکل ہوں۔'' اسما نے اسی مستحکم دوٹوک لہجے میں جتایا تو اسمارا کی ہنسی کا فوارہ پھوٹ پڑا۔

''رہنے دو، لوگ شوہروں کی گارنٹی نہیں دے سکتے، تم منگیتر صاحب کے لیے دعوے کر رہی ہو...... مجھے غصہ مت دلاؤ۔ اسے ''آزمانے'' پر اتر آؤں گی......'' وہ ٹھوک بجا کر میدان میں اتر آئی تھی۔

''وہ ایسا ویسا ہے ہی نہیں...... بہت ثابت قدم ہوگا...... کھرا اور سچا، خالص اور منفرد......'' اسما کے لہجے میں ایک جذب بھری کیفیت تھی...... اسمارا کا منہ پھر سے کھل گیا تھا۔

''بالکل میرے جیسا بے کھوٹ اور مضبوط، ثابت قدم......'' اس نے اپنی بات پھر دُہرائی تھی۔ اب اسمارا پہ ہنسی کا دورہ پڑ گیا تھا۔

''اچھے اچھوں کے قدم اکھڑ جاتے ہیں...... تمہارے دعوے نرے فضول ہیں۔'' اسمارا نے اسے لمحوں میں جھٹلا دیا۔

☆☆☆

رات سیاہی سے سفیدی کی طرف مائل تھی۔ روشن دانوں سے نورِ سحر کی کرنوں کا سویرا دکھائی دے رہا تھا۔

بڑا سا کھلا کھلا صاف ستھرا کمرا روشنی سے پور، پور بھر گیا تھا۔ ہر ایک چیز روشنی میں واضح تھی۔ کمرے کا فرنیچر، جو نیا نکور اور چمکتا ہوا تھا...... انتہائی نفیس اور دیدہ زیب...... چنیوٹ سے عاشر نے آرڈر پر بنوایا تھا۔ اپنی اکلوتی بہن کے لیے خوب صورت فرنیچر...... پورا کمرا اس کے جہیز میں آئے فرنیچر سے سجا ہوا تھا۔

خوب صورت ڈبل بیڈ، انتہائی چوڑا اور اونچا سنگار میز...... یوں لگتا پوری دیوار پر پھیلا ہوا ہے...... فرنیچر سے میچ کرتے لیدر کے صوفے...... ہم رنگ قالین اور دیواروں پر آرائشی تصویریں۔ وہ ایک، ایک چیز پر غور کرتی لمحہ بھر کے لیے ٹھہر سی گئی تھی۔ اس کی نگاہیں خوب صورت سینریوں سے ہوتی ہوئی سامنے دیوار پر لگی فل سائز تصویر پہ گویا جم گئی تھیں لمحہ بھر کے لیے اس کا دل بند سا ہو گیا تھا۔

اس کی آنکھوں میں ستائش کے ساتھ، ساتھ نمی اتر آئی تھی۔ وہ ایک ٹک تصویر کو دیکھتی رہی۔ وہ ایک خوبروئنٹ، کھٹ اور شرارتی سے نوجوان کی تصویر تھی...... جس کی خوب صورت گہری بولتی آنکھوں میں شرارت بھری تھی۔ اس نے نچلے لب کا کونا دانتوں میں دبا رکھا تھا۔ اس کے سیاہ بال ماتھے پر سایہ فگن تھے اور ستواں ناک انتہائی دل موہ لینے والی خوب صورتی سے اپنی طرف کو کھینچ رہی تھی۔

اسما کا دل بھر بھر آیا... اس نے بے ساختہ تصویر سے نگاہ چرالی تھی۔ اسے کوئی حق نہیں تھا کہ اس تصویر کو پورے استحقاق سے دیکھتی۔

اس نے گہری سانس کھینچ کر اعصاب ڈھیلے چھوڑ دیے تھے۔ وہ اب دیوار گیر الماریوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ایک، ایک الماری کا پٹ کھولنے کے بعد اسے مایوسی کا سامنا ہوا تھا۔ دو الماریوں میں ہادی کے کپڑے لٹک رہے تھے۔ ایک جوتوں والا ریک تھا۔ ایک الماری میں کتابیں تھیں۔ اور ایک میں سردی، گرمی کے بستر...... اسما کے کپڑے کہیں نہیں تھے۔

وہ مایوسی سے پورے کمرے کا جائزہ لینے لگی۔ معاً اسے بیڈ کے نیچے دو سوٹ کیس دکھائی دیے۔ اسما کے دل کو تسلی ہوئی تھی۔ اس نے سوٹ کیس بہ مشکل گھسیٹ کر باہر نکالا تھا پھر اندر موجود فینسی، دیدہ زیب، ایمبر ائیڈڈ کپڑے دیکھ کر آنکھیں بھر آئی تھیں۔ اس کی

ساری شاپنگ عاشر نے کی تھی اور بلاشبہ عاشر کی چوائس بہت کمال کی تھی۔ اس نے صرف ہلکے رنگوں والے سوٹ نہیں لیے تھے بلکہ کچھ گہرے اور شوخ رنگ بھی تھے حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اسما کو ہلکے رنگ پسند ہیں لیکن عاشر نے ہادی کی چوائس کو بھی مدِنظر رکھا تھا۔ ہادی کو گہرے رنگ پسند تھے۔ سارے گہرے رنگ اس پر اٹھتے بھی بہت تھے۔ اجلی رنگت پر ڈارک کلر اپنی الگ ہی چھب دکھاتے ہیں۔

اس کا دل پھر سے بجھ گیا۔ اس نے ہاتھ میں لیا رائل بلیو کلر کا سوٹ واپس سوٹ کیس میں رکھ کر نسبتاً ہلکے سبز رنگ کا کڑھائی والا سوٹ نکال لیا تھا۔ اس کی اپنی رنگت پہ یہی کلر اچھے لگتے تھے۔ وہ سوبر رنگوں کو پسند کرتی تھی اور ویسے بھی اسما زندگی میں دوبارہ کبھی ڈارک کلر نہیں پہنتی۔ جتنی بے عزتی اس نے رات کو گہرے سرخ رنگ کے شرارے کو پہن کر محسوس اور برداشت کی تھی...... یہ اس کا حوصلہ، ہمت اور ضبط تھا جو وہ ابھی تک بڑی ہمت کا مظاہرہ کرتی خود کو پھر سے سمیٹ کر نئے عزم اور ولولے کے ساتھ آنے والے حالات کا مقابلہ کرنے کھڑی ہوگئی تھی۔ اس کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اس وقت تک اس کا نروس بریک ڈاؤن ہو چکا ہوتا۔

رات کا منظر ایک مرتبہ پھر نگاہوں کو جھلسانے ایک فلم کی طرح اپنے عکس چھوڑ رہا تھا۔

ایک لمبے، طویل، تھکا دینے والے سفر کا اختتام...... امنگوں، خوابوں یا خوشیوں بھرے کسی موڑ پر نہیں ہوا تھا۔ وہ تو ابھی تک اپنے ساتھ ہونے والے عجیب و غریب ڈرامے پہ انگشت بدنداں تھی۔ آخر یہ اسی کے ساتھ کیوں ہوا تھا؟ کل کی خوب صورت، مہکتی، گلابوں سی بوجھل شام اس کا نکاح ہوا تھا۔ نکاح یعنی شادی...... قریب دو سال پہلے اسما کو اس کے بابا اور ماموں کے قریبی اور عزیز از جان دوست عبداللہ زئی نے اپنے بیٹے ہادی زئی کے لیے مانگ لیا تھا۔

وہ بھی بڑے خوب صورت اور خوشگوار دن تھے...... ان دنوں وہ یونیورسٹی میں ایم فل کی کلاسز اٹینڈ کر رہی تھی۔ عاشر اس سے ایک سال بڑا تھا لیکن وہ یونیورسٹی میں اس سے جونیئر تھا۔

وہ صرف دو ہی بہن بھائی تھے۔ اس کے ماموں کی فیملی ان کے ساتھ شروع سے رہائش پزیر تھی...... ماموں، مامی اور ان کی اکلوتی بیٹی اسمارا۔

اسمارا، عاشر کی کلاس فیلو تھی...... اور وہ تینوں یونیورسٹی میں ایک تکون کی طرح مشہور تھے۔ ان کی دوستی اور محبت کی مثال نہیں ملتی تھی۔ اسمارا اور اسما کا پیار بہنوں سے بڑھ کر تھا۔ اسی طرح مامی نے بھی کبھی ان میں تفریق نہیں کی تھی...... ان کا گھرانا ایک پُرامن، محبت بھرا گھرانا مشہور تھا۔ پھر کچھ عرصے پہلے بابا کے دوست عبداللہ زئی اپنی بیگم کے ہمراہ کوئٹہ سے آئے تو شگن کے طور پر ہادی کے نام کی انگوٹھی بھی ساتھ لائے تھے۔

ان کی آمد بالکل اچانک ہوئی تھی...... اور انہوں نے اپنے آنے کا مقصد بھی نہیں بتایا تھا۔ اسما ان دنوں اپنے تھیسس میں بزی تھی۔ اور وہ گھر میں بھی موجود نہیں تھی۔

بابا تو ایک دم بوکھلا گئے۔ فوراً عاشر کو بھگایا کہ اسما کو شارٹ نوٹس پہ محض ایک گھنٹے کے لیے ہاسٹل سے لے آئے۔ اور جب عاشر نے اسے اپنے آنے کا مدعا بتایا تب وہ ایک دم چیخ پڑی تھی۔

''یہ تو فاؤل ہے عاشر! میری منگنی اور مجھے ہی خبر نہیں...... میرا اتنا رف حلیہ ہو رہا ہے...... پوزیشن لینے کے چکروں میں پہلے ہی میں نے اپنی مت مار لی ہے۔ دیکھو، آنکھوں کے نیچے ڈارک سرکل، حد ہے یار! میں اپنی ساس کے سامنے یوں جاؤں گی، نہیں بالکل نہیں......'' اس نے اپنی اصل پریشانی کی وجہ بتائی تو عاشر ہنس، ہنس کر دوہرا ہو گیا۔

''ڈونٹ وری میری جان! تمہیں ساس کا درشن کروانے سے پہلے پارلر کا وزٹ کروا دوں گا...... فیشل، پالش کروا کے بھوتنی بن کر ساسو جی سے ملاقات کر لینا۔'' عاشر نے اسے تسلی دی تھی اور وہ کچھ مطمئن

بھی ہوگئی تھی لیکن ہوا اس کے مکمل برعکس...... انہیں آتے آتے ہی بہت دیر ہوچکی تھی۔ اوپر سے بابا کی کالز آرہی تھیں۔ عبداللہ انکل کو جلدی واپس بھی جانا تھا...... اور وہ چاہتے تھے کم از کم جس کام کے لیے آئے تھے وہ پورا کر کے جاتے۔ عاشر سے اپنا وعدہ نباہنا مشکل ہوگیا۔ یوں اسما اپنے ''ماسیوں'' والے حلیے میں جیسے ہی گھر پہنچی تو وہاں پر اچھی خاصی تقریب کی چہل پہل نظر آرہی تھی۔

اسمارا کی ایک آدھ سہیلی بھی موجود تھی اور کالونی کی آنٹیاں وغیرہ بھی...... جبکہ اسمارا کی سج دھج دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے بڑی خوب صورت کامدار فراک پہن رکھی تھی' بال بھی کرل کروا رکھے تھے اوپر سے بندیا، جھمکے اور انتہائی مناسب میک اپ کے ساتھ یوں لگ رہا تھا جیسے اسما کی جگہ اسمارا یعنی امی کی منگنی تھی۔ کچھ آنٹیاں تو اسی غلط فہمی میں امی سے لپٹ کر اس کا منہ ماتھا چومتی پھر رہی تھیں اور اسے بار، بار وضاحت دینی پڑ رہی تھی کہ اس کی منگنی نہیں بلکہ اسما کی منگنی ہورہی ہے۔ نام جو دونوں کے ایک سے تھے۔

اسما کے دل کو دھکا سا لگا تھا۔

یعنی وہ اپنی ہی منگنی کے فنکشن میں بالکل ماسی لگ رہی تھی۔ اور ستم یہ کہ اسے تیاری کے لیے وقت بھی نہیں دیا گیا تھا...... بابا اور عاشر نے جلدی مچا رکھی تھی کیونکہ انکل اور آنٹی کو واپس جانے کی بھی جلدی تھی۔ انہیں دیر بھی بہت ہورہی تھی۔

جبکہ اسما ایسے حلیے میں منگنی کی انگوٹھی پہننے کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھی۔ لیکن مرتا کیا نہ کرتا...... اسے انگوٹھی پہننے کے لیے آنٹی کے پہلو میں بیٹھنا ہی پڑا تھا۔ اور آنٹی نے اسے انگوٹھی پہنا کر ماتھا چومنے کے بعد والہانہ پیار کیا تھا جبکہ اسما ''رسم'' کے بعد ایسے اٹھ کر بھاگی تھی کہ پھر دوبارہ دکھائی ہی نہیں دی۔ عاشر نے اس کی بس اکلوتی تصویر بنائی تھی باقی امی (اسمارا) فوٹو سیشن کا شوق رات تک فرماتی رہی۔ اسے تصویریں بنوانے کا شوق بھی بہت تھا اور عاشر بھی دل کھول کر اس کی تصویریں بناتا تھا۔

پھر جب تقریب اختتام کو پہنچ گئی اور انکل آنٹی واپس چلے گئے تب پورے گھر کا پھیلاوا سمیٹتے ہوئے اسما باقاعدہ طور پر عاشر سے لڑائی کرتی رہی تھی۔

''بدعہد......! بخشوں گی نہیں تمہیں...... یہ میری منگنی تھی یا کسی کی رسم قل...... جس میں مجھے ''ماسی'' بن کر شرکت کرنا تھی۔ برتن مانجھنے والی اور چاول بانٹنے کے لیے...... حد ہے یار! میری اتنی بری اکلوتی تصویر...... جو تم نے انکل کے موبائل میں سیو کر کے بھیجی ہے۔ وہاں پہ سب مجھے کچھ اور نہیں ''میڈ'' ضرور سمجھ لیں گے۔'' اسما کا مارے صدمے کے برا حال تھا۔ وہ تقریب کے پھیلاوے کو ٹھکانے لگا رہی تھی جبکہ نازک اندام امی اپنا لباسِ فاخرہ اتار کر پوری تقریب کی وڈیو اور تصویریں دیکھ، دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر رہی تھی۔ اپنے حسن سے اس کا اپنا ہی دل نہیں بھرتا تھا۔ بجتی سنورتی اور تصویریں بنا، بنا کر اپنا من خوش کرتی تھی۔ اللہ نے حسن و نزاکت کی دولت سے امی کو بے بہا نواز رکھا تھا۔ اسی لیے تو عاشر کو امی کے علاوہ کچھ اور سوجھتا نہیں تھا۔

''میری ننھی سی جان......! غم کیوں کھاتی ہو...... میں نے ساری تصویریں انکل کے موبائل میں سیو کردی تھیں...... انہیں ہماری محلّہ فیلوز اور اس ماڈل امی کو دیکھنے سے فرصت ملے گی تو تم پر کوئی تبصرہ فرما سکیں گے...... بھلا اس قلوپطرہ کو ضرورت کیا تھی اتنی تصویروں کا ڈھیر بنوانے کی...... حد ہے یار! اس کی تیاری دیکھ کر مجھے اٹھارہ مرتبہ وہم ہوا کہ مجھ سے منگنی توڑ کر کہیں بابا اس کی منگنی تو نہیں کر رہے......'' عاشر کی اپنی کلبلاہٹ کا بھی کوئی حال نہیں تھا۔ برآمدے کے گول پلر نما ڈیزائن کی گولائی میں نیم دراز امی نے کھا جانے والی نظروں سے عاشر کو گھورا تھا۔ وہ ابھی تک اپنے نیو ٹچ اسکرین موبائل میں اپنی تصویروں کو سیو کرنے اور فرینڈز کو وہ فوٹوز سینڈ کرنے میں مصروف تھی۔

''جل ککڑے! تم تو ویسے ہی میرے حسن و ادا سے جیلس ہوتے ہو...... پوری تقریب میں ہر، ہر آنٹی نے میری اتنی تعریف کی کہ حد نہیں...... سوائے اسما کی ساس کے...... بس اس کی ساس کو اپنی بہو کے علاوہ کوئی اور پیارا نہیں لگا تھا...... تبھی بار، بار اسما کو چوم رہی تھیں......'' امی کے بتانے پر اسما کا دل پہلی مرتبہ خوشگواریت محسوس کرنے لگا تھا ورنہ وہ تو اس ہنگامی منگنی پر بجھ سی گئی تھی۔

''میں کیوں جلوں گا......؟ تم تو میرا اعزاز ہو...... میرا میڈل ہو...... سونے کا گلے پڑا ڈھول ہو...... جسے بجا، بجا کر میں فخر محسوس کرتا ہوں۔'' عاشر نے شرارتی انداز میں اسمارا کو چڑایا تھا۔ اس نے سلگتی نگاہ عاشر کی طرف اچھالی تھی پھر وہ پنجے تیز کر کے میدان میں اتر آئی۔

''یہ تم نے ڈھول کسے کہا؟ کالے بینگن۔'' اس نے عاشر کے سانولے رنگ پہ برابر کی چوٹ کی...... ان دونوں کی یہ تکرار ایک معمول کا حصہ تھی۔ وہ بچپن سے ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے جھگڑتے اور منٹوں میں صلح کرتے آرہے تھے۔

''امی کی بچی! یہ بینگن تمہارے نصیب کا ہے......'' عاشر نے اسے اور بھی چڑایا تھا۔

''تاکہ میں اس کا بھرتا بنا سکوں......'' وہ بھی اسمارا تھی۔ ڈنکے کی چوٹ پر دوبدو جواب دیتی تھی۔

''اسی لیے تو میں یہ گنگناتا ہوں...... کاش میں تمہارے کھیت کا ایک بینگن ہوتا۔'' عاشر نے باقاعدہ گنگنا کر دکھایا تھا۔

''جس کی میں چٹنی بنا کر پڑوسیوں کو دے آتی۔'' اسمارا نے تنک کر جواب دیا تھا۔ معاً اسما کو تنبیہہ کرنا پڑی۔

''اوں ہوں...... امی! سوچ سمجھ کر بولا کرو...... حدِ ادب...... عاشر تمہارا منگیتر ہے۔''

''منگیتر ہے ناں شوہر تو نہیں...... منگیتروں کی عزت کا شریعت میں کوئی حکم نہیں......'' اسمارا کی اپنی الگ ہی ایک منطق ہوا کرتی تھی۔

''مجھے غیرت مت دلاؤ امی......! ورنہ تمہیں منگیتر سے شوہر بن کر دکھادوں گا۔'' عاشر نے اسے جی جان سے دھمکایا تھا...... لیکن وہ اسمارا ہی کیا جو دھمکیوں کے اثر میں آجاتی۔

''منہ دھو رکھو، پہلے بابا اسما کو کوئٹہ رخصت کر کے بھیجیں گے...... پھر تمہاری باری آئے گی۔''

''میں بابا کو جذباتی بلیک میل کرلوں گا...... اور اسما کو ایک معذرت نامہ پیش کروں گا۔'' عاشر نے اس کی بات کا منہ توڑ جواب دیا تھا۔

''معذرت نامے میں کیا لکھو گے؟'' اسمارا کو فوراً کھد بد ہوئی تھی۔

''یہی کہ پیاری بہن! ایک چڑیل کو قابو کرنے میں میری مدد کرو...... تمہاری شادی کو تھوڑا ڈیلے کرنا پڑے گا...... اس کے لیے معذرت خواہ ہوں...... چڑیل کا قید میں آنا ضروری ہے کیونکہ یہ چڑیل کسی بھی وقت کسی اور کو چمٹ سکتی ہے۔'' عاشر نے اسمارا کو اتنا چڑایا کہ وہ تن فن کرتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''تم بہت فضول بکواس کرتے ہو۔'' جب کوئی بات نہ بن سکی تو اسمارا دھپ، دھپ کرتی اندر چلی گئی تھی تب اسما بھی پورا صحن صاف ستھرا کر کے فارغ ہونے کے بعد آگئی...... عاشر جھولے پر بیٹھا تھا۔ اور موٹی، موٹی جامنیں کھا رہا تھا۔ اس نے ہتھیلی پر رکھے جامن اسما کی طرف بھی بڑھا دیے تھے۔

اس نے ایک جامن اٹھایا ہی تھا کہ جب عاشر نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

''ایک اور اٹھاؤ ناں......''

''وہ کیوں......؟'' اسما نے ناسمجھی کے عالم میں پوچھا...... اسے جامن ویسے بھی اتنے پسند نہیں تھے۔ اسی لیے بس ایک ہی اٹھایا تھا۔ عاشر اسے شرارتی نظروں سے دیکھتا رہا تھا پھر مسکرا کر بولا۔

''ایک تمہارا اور دوسرا ہادی کا۔''

عاشر کی شرارت محسوس کر کے اسما بلش کر گئی تھی...... ہادی کے نام سے ایک نرم سا احساس دل میں

جا گا تھا۔ وہ اپنے خیال کی چوری سے شرما گئی تھی۔

''سوچو ناں اسما ذرا......'' عاشر نے میٹھی جامنیں کھاتے ہوئے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا...... وہ جو نرم سے اسی احساس تلے دبی تھی لمحہ بھر کے لیے چونک گئی۔

''کیا سوچوں......؟'' اس نے حیرانی سے پوچھا تھا۔

''ہادی کو سوچو...... جسٹ امیجن......؟ وہ کیا کر رہا ہوگا......؟'' عاشر کو ایسی ہی بے تکی سوجھتی تھیں۔

اسما نے خفگی سے اسے دیکھا پھر سر جھٹک کر آہستگی سے بولی۔

''مجھے کیا پتا......'' اس کا سر بھی نفی میں ہل گیا تھا۔

''تمہیں کیوں نہیں پتا......؟ سوچو ذرا...... ہادی کیا کر رہا ہوگا؟ چھوڑو، تم ڈفر کیا بتا سکتی ہو، میں بتاتا ہوں وہ اس وقت تصویریں دیکھ رہا ہوگا۔'' عاشر کا انداز پُراسرار قسم کا تھا۔ اسما کا دل اوپر نیچے ہوا۔ وہ عاشر کے اگلے الفاظ کی منتظر ہوئی جانے عاشر اب کیا کہے گا۔

''اور تمہاری تصویر جو تم انگوٹھی پہن کر اٹھ رہی تھیں...... اور بالکل سیدھی کھڑی کیمرے کی طرف دیکھتی ہونق لگ رہی تھیں بلکہ ہونق سے زیادہ مبارک لینے والی ''ماسی'' لگ رہی تھیں۔ اس تصویر کو دیکھ کر ہادی کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی۔ کب سے میں اسی صدمے تلے دبا ہوا ہوں......'' اس نے اتنی سنجیدگی سے پوری سچویشن کری ایٹ کی کہ اسما کا خود مارے صدمے کے برا حال ہوگیا۔

''اور میں غم سے بھی نڈھال ہوں...... اگر ہادی نے تمہاری تصویر دیکھ کر منگنی توڑنے کا اعلان کر دیا تو میرا کیا بنے گا اسما! یعنی تمہاری شادی مزید ڈیلے ہو جائے گی۔ کسی اور ''بکرے'' کے پھنسنے اور ''قربان'' ہونے تک...... بڑی مشکل سے یہ ''فارمی مرغا'' پھنسا تھا......'' وہ مارے افسوس اور صدمے کے ہادی کو ''بکرے'' سے ''فارمی مرغا'' بنا چکا تھا۔ جبکہ اسما کی اپنی رنگت بھی فق ہو چکی تھی۔ ہادی کو دیکھے، سوچے، جانے بغیر کافی عرصے سے اسما نے اپنے دل کی اونچی مسند پر بٹھا رکھا تھا...... کیونکہ زبانی کلامی بات تو کب سے طے

تھی...... اور اب اس کا لاڈلا...... بھائی کیسے، کیسے الیکٹرک شاک مار کر اسے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا...... اور اگر واقعی ہادی نے ایسا کر دیا تو......؟ اس سے آگے اسما کا دل بند ہونے لگا تھا...... اس کی سوچیں بلاک ہونے لگی تھیں۔

وہ عاشر کی شرارت سمجھتے ہوئے بھی اس پر چڑھ دوڑی تھی۔

''سارا قصور تمہارا ہے عاشر! تم کیسے بھائی ہو؟ جو بہن کا احساس بھی نہیں...... میں نے کہا بھی تھا...... مجھے اس ''جمعدارنیوں'' والے گیٹ اپ میں مت لے جاؤ...... دو دن پہلے کا میں نے سوٹ پہن رکھا تھا۔ جو پورے سفر میں چرمرا گیا تھا۔ اوپر سے آنٹی نے ہتھیلی پر سرسوں جماتے ہوئے مجھے کپڑے چینج کرنے کا بھی موقع نہیں دیا تھا۔ میں منہ پر پانی کے دو چھپاکے مار کر سفر کی گرد اور تھکاوٹ، بھی نہیں اتار سکی...... اب اگر میری منگنی ٹوٹی تو سارا قصور تمہارا ہوگا۔'' اسما نے بہ بانگِ دہل عاشر کو دھمکایا تو وہ چہرے پر زمانے بھر کی یتیمی طاری کرتے ہوئے بولا۔

''اب میں کیا کر سکتا ہوں۔ جو ہونا تھا ہو چکا...... تمہاری ''قحط زدگان'' تصویر بھی پہنچا دی...... کاش وہ اکلوتی تصویر بھی نہ بھیجتا...... لیکن انکل نے بار، بار کہا تھا۔ ساری تصویریں ان کے موبائل میں سیو کر دوں...... حتیٰ کہ گلنار کی تصویریں بھی پہنچ گئیں اُدھر......'' عاشر نے اپنی پڑوسن کا نام بھی لیا تھا جو ہر تصویر میں گردن بگلے کی طرح اچکا کر اپنا تھوبڑا دکھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''اس موٹی بھینس گلنار کا کام دیکھو...... ہر تصویر میں جلوہ افروز تھی...... شاید اس کوشش میں کہ تمہاری سسرال تصویریں جائیں اور وہاں پہ ہادی کا کوئی بھائی، کزن، پڑوسی، رشتے دار اس گول مٹول فٹ بال کو دل میں بسا کر دوسرے ہی دن رشتہ لینے پہنچ جائے......'' عاشر کو بات گھمانے میں ملکہ حاصل تھا...... لیکن اسما کا ذہن گلنار میں اٹک ہی نہیں سکا...... وہ تو ابھی تک اپنی

اکلوتی تصویر کے غم میں ادھ موئی ہو رہی تھی...... بھلا کیا ضرورت تھی وہ اکلوتی تصویر بھی بھیجنے کی......؟

''فرض کرو وہاں سے کوئی بارود اٹھتا ہے...... کوئی بم بلاسٹ ہو جاتا ہے تو تم پھر کیا کرو گی؟'' عاشر بڑی معصوم صورت بنا کر پوچھ رہا تھا۔

''میں تمہارا کچومر بنا دوں گی...... تمہاری سردائی گھوٹ دوں گی۔ تمہارا آٹا پسوا دوں گی...... تمہیں کچا چبا جاؤں گی۔'' اس کے ''خطرناک'' ارادے ملاحظہ کر کے عاشر ڈر کے قدرے دور ہٹا تھا۔

''یعنی تم...... اسما خلیل...... میری اکلوتی ہمشیرہ...... ایک غیر، اجنبی، پرائے، آدمی کی خاطر اپنے بھائی یعنی کہ اکلوتے، اکلوتے بھائی کا ایسا حشر نشر کر دو گی۔ میرا کچومر بنا کر بوتلیں بھرو گی۔ سردائی گھوٹ کر ٹھنڈے گلاس بیچو گی؟ آٹا پسوا کر تندور پر روٹیاں لگواؤ گی؟ مجھے کچا چبا جاؤ گی؟ اس فلانے فلانے، غیر، بالکل اجنبی ست پرائے ہادی کے لیے...... جسے نہ دیکھا، نہ جانا نہ سنا...... یعنی وہ ہادی تمہیں اتنا اور اتنا اور بے بہا اتنا...... پیارا ہے...... مجھ سے بھی زیادہ......؟ یہ میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ آخر اتنی بڑی بات سننے سے پہلے میں بریانی کی دیگ خالی کیوں نہیں کر گیا......؟ روسٹ پہ ہاتھ صاف کیوں نہ کر گیا......؟ مٹن کڑاہی کو کیوں نہ ڈکار گیا؟'' عاشر صدمے کی شدت سے گردن ڈھلکانے کی اداکاری کرتا اسما کو بے پناہ غصہ دلا رہا تھا۔ وہ جس قدر سنجیدہ تھی عاشر کو اسی قدر مسخریاں سوجھ رہی تھیں۔

''عاشر......'' وہ دہاڑ کر رہ گئی تھی۔ ''تم بہت گھٹیا ہو۔''

''یہ تو میں جانتا ہوں...... کچھ اور کہیں مادام......''

عاشر کورنش بجا لایا تھا...... اس نے عاشر کے کندھے پر دھپ لگائی تھی پھر وہ غصے میں تن فن کرتی اٹھنے لگی تب عاشر نے ''ارے ارے'' کرتے اس کا ہاتھ تھام کر زبردستی اسے اپنے ساتھ جھولے پہ بٹھا لیا تھا...... اسما کو بادلِ ناخواستہ بیٹھنا ہی پڑا۔

''غصہ کیوں کھاتی ہو...... اپنی منگنی بلکہ فضول ترین منگنی کی خوشی میں بریانی اڑاؤ...... اور اچھا، اچھا سوچتی رہو۔ قسم خدا کی اگر ہادی نے تمہاری تصویر کو دیکھ کر مارے صدمے کے منگنی توڑنے کا اعلان کیا...... اور تصویر دیکھنے کے بعد ہارٹ اٹیک یا فالج سے بچا رہا تو میں اس کے پیر پکڑ کر بھی منا لوں گا...... خدارا میری بہن سے منگنی کبھی مت توڑیں...... بے شک شادی کہیں اور کر لیں......'' عاشر بڑے رقت بھرے لہجے میں بولتا ہوا آخر میں پھر سے پٹڑی سے اتر گیا تھا۔ اس کی بکواس پہ اسما بری طرح سیخ پا ہو گئی تھی۔

''اسما را ٹھیک علاج کرتی ہے تمہارا...... تم عزت کے قابل ہی نہیں۔''

عاشر بڑی سنجیدگی سے ابھی تک شرارت سے باز نہیں آیا تھا...... اسما منہ پھلا کر خفگی میں اندر چلی گئی تھی۔ عاشر بھی اسے منانے کے لیے پیچھے، پیچھے چلا گیا۔

وہ کچن میں آ گئی تھی۔ مامی کی مدد کروانے کے لیے...... وہ کھانا سمیٹ چکی تھیں۔ اسما کو خیال آیا......

''کیا پڑوسیوں کے گھر میں کھانا بھجوایا تھا؟'' وہ مامی سے پوچھے بغیر نہیں رہ سکی۔

''انہیں بلایا جو تھا...... گلنار کے ابو، امی اور وہ خود...... تینوں لوگ کھانا کھا کر گئے ہیں...... پھر گھر بھجوانے کی کیا ضرورت تھی۔'' مامی نے مصروف انداز میں کہا تھا۔

''کھانا تو کافی بچا ہوا ہے...... لائیں میں دے آتی ہوں......'' اسما نے خود ہی ایک ڈش میں بریانی ڈالی، ایک میں مٹن قورمہ ڈالا اور ڈھک کر برابر والے گھر کی طرف آ گئی۔

جب وہ اندر آئی تو گلنار لاؤنج میں بیٹھی نظر آ گئی تھی۔ اسے دیکھ کر بے ساختہ چیخ ماری۔

''اتنے بڑے، بڑے لوگ کہاں سے رستہ بھول آئے۔'' اسما نے کھانا ٹیبل پر رکھا اور پھر گلنار کو مصنوعی غصے کے انداز میں گھورتے ہوئے بولی تھی۔

''جب سے میں ہاسٹل گئی ہوں تم نے بھی ''پھیرے'' لگا، لگا کر جوتیاں گھسا دی ہیں ناں......'' اس

کا انداز بھی طنزیہ تھا۔ وہ گلنار کے اپنے گھر نہ آنے پر چوٹ کررہی تھی...... گلنار تھوڑا خفیف ہوگئی تھی۔

''تمہاری غیر موجودگی میں۔ برابر والے گھر جانے کو دل نہیں کرتا...... وہاں کسی سے بھی میری کیمسٹری نہیں ملتی...... تم جانتی تو وہ...... آنٹی اور امی کو تو چھوڑو...... تمہارا میراثی بھائی اللہ کی قسم ناک تک ساڑ کے رکھ دیتا ہے۔'' گلنار کا شکوہ بجا تھا...... عاشر تو ان دونوں کو گوڈے، گوڈے عاجز کردیتا تھا۔ پھر گلنار کس کھیت کی مولی تھی۔ وہ اسے بھی نہیں بخشتا تھا۔

''عاشر کی تو عادت ہے...... وہ تو راہ چلتوں کو معاف نہیں کرتا...... آج واپسی پہ ایک فقیرنی ملی...... یہی پیشہ ور بھکارن...... اس نے دس روپے مانگنے کی غلطی کرلی تھی...... عاشر تو اس کی جان کو آگیا۔ ایک دس روپے کے لیے اس نے اتنی لمبی تقریر کر کے رکھ دی۔ کہاں سے لاؤں دس روپے...... خود ابھی بے روزگار پھر رہا ہوں۔ اپنے ساتھ دیہاڑی پر رکھ لو...... منافع آدھا آدھا کرلیں گے۔ مجھے بھی اس سے بہتر نوکری نہیں ملے گی۔ تمہیں بھی مجھ سا خوب صورت پارٹنر نہیں ملے گا۔ میری صورت دیکھ کر آدھے شہر کی پوری نوجوان لڑکیاں اپنے پرس خالی، کان، ناک اور ہاتھ خالی کردیں گی۔ آزما کے دیکھ لو...... نہ کیے تو جو چور کی سزا وہی تمہاری سزا...... میں تمہارا بھرا ہوا کشکول ضبط کرلوں گا...... جو تم نے لوگوں کو الو بنا، بنا کر پیسہ جمع کر رکھا ہے سب اڑالوں گا...... تمہاری پراپرٹی پہ قبضہ کرلوں گا...... اور جو تم نے اور تمہارے قبیلے نے گلیاں، بازار اور چوک آپس میں بانٹے ہوئے ہیں ناں...... ان سب پہ اپنے بندے بٹھادوں گا۔ پھر تمہیں پتا چلے گا۔'' عاشر کی اتنی لمبی تقریر کے بعد اس بھکارن نے دونوں ہاتھ جوڑ کر دس روپے اس کی ہتھیلی میں زبردستی دبائے اور ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی...... ''ارے بھائی! معاف کرو کس وقت تمہاری خوشحال شکل دیکھ کر ہاتھ پھیلانے کی غلطی کر بیٹھی ہوں...... یہ دس روپے مجھ سے لو اور میری جان چھوڑ دو......'' اسما نے جل بھن کر عاشر کی نقل اتارتے ہوئے تفصیل بتائی تو گلنار کا ہنس، ہنس کر برا حال ہوگیا...... اس کی آنکھوں میں پانی بھر بھر آیا تھا۔

''تمہارا بھائی پورا بھانڈ ہے اسما......'' گلنار نے بہ مشکل اپنی ہنسی کو روکا تھا۔ اسے ویسے بھی بات بے بات بڑی زوروں کی ہنسی آتی تھی۔ چاہے ہنسنے والی بات ہوتی یا نہ ہوتی...... جس طرح وہ عاشر کو بھانڈ کہہ رہی تھی اسی طرح عاشر بھی اسے جو مرضی کہتا تھا۔ اس نے کبھی برا نہیں منایا تھا۔ اور اب اس کی ہنسی کے دورے کو طویل ہوتے دیکھ کر اسما اپنی جگہ سے اٹھنے لگی تو گلنا کو بھی اچانک یاد آیا۔

''اسما کی بچی! یہ تمہاری منگنی تھی کیا......؟ نہ تم تیار ہوئیں...... نہ کپڑے چینج کیے...... تم سے اچھے تو ہم لگ رہے تھے۔ میرا کتنی مرتبہ دل چاہا تھا تمہاری ساس سے

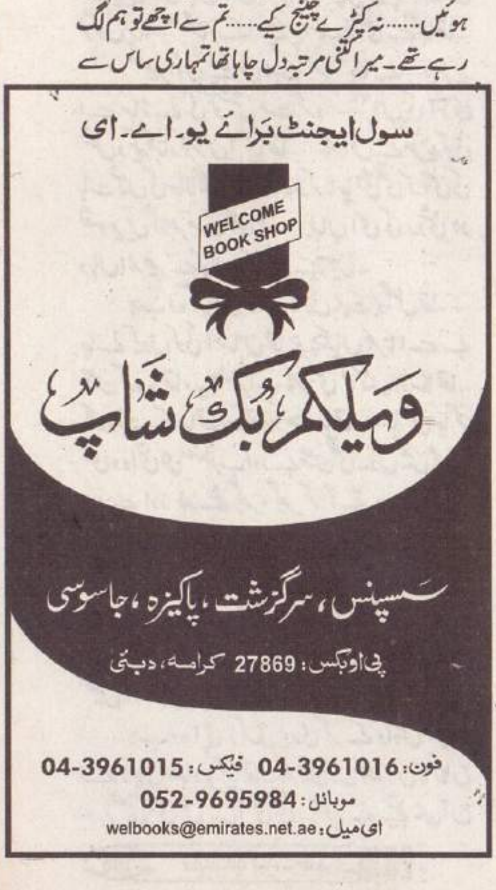

کہوں انگوٹھی میری انگلی میں ڈال دیں۔تم سے بہتر تو میں لگ رہی تھی۔اور اس اپسرا کا تو ہم سے مقابلہ ہی نہیں۔امی تو حور شمائل لگ رہی تھی......اتنی دفعہ میرے دل کو دھڑکا لگا......کہیں آنٹی کی آنکھوں میں موتیا نہ اتر جائے اور وہ تمہاری جگہ امی کو انگوٹھی پہنا دیں۔" گلنار نے بھی ایک مرتبہ پھر اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا اور وہ بلبلا بھی نہیں سکی تھی۔

"اتنی ہنگامی منگنی میں چھمک چھلو تو بننے سے رہی پھر سادگی کا اپنا ہی ایک وقار ہوتا ہے۔" اس نے گلنار سے زیادہ خود کو تسلی دی تھی۔

"سادگی بھی وقت، وقت پہ جچتی ہے۔گدھی! کیا تصویریں نہیں جانی تھیں اُدھر؟ کیا امپریشن پڑا ہوگا ان لوگوں پر......" گلنار کے ڈپٹنے پر اسما نے خفگی سے کہا تھا۔

"میرا دل پہلے ہی بہت "سڑ" چکا ہے......مزید اسے ساڑنے کی کوشش مت کرو......" اس کی اتری شکل دیکھ گلنار کو ترس آ گیا تھا......پھر اس نے مزید کوئی بات نہیں کی حالانکہ وہ اسے محتاط کرنا چاہتی تھی کہ امی کی تصویریں اُدھر مت بھجوانا...... جہاں امی کی روشنی ہو وہاں اندھیرے کہاں دکھائی دیتے ہیں۔

جب وہ گھر آئی تو اس کا دل بہت بوجھل تھا......

جانے کیوں کوئی احساس تھا جو چٹکیاں بھرتا اسے بے چین کر رہا تھا، یہ اضطراب پھر کبھی کم نہیں ہو سکا تھا۔ بلکہ وقت کے ساتھ، ساتھ بڑھتا رہا تھا......ہاسٹل جا کر بھی وہ اتنی ہی مضطرب اور بے چین تھی۔دل میں عجیب وسوسے اور خدشے گھر، گھر کر آتے رہے دل کو کہیں چین نہیں تھا۔پھر یہ اضطراب اور بے چینی کم نہ ہو سکی تھی یہاں تک کہ ڈیڑھ سال بعد اچانک اس کی شادی ہو گئی۔ بلکہ اچانک کہاں......؟ عاشر اور بابا نے اس کی غیر موجودگی میں ساری تیاریاں مکمل کر لی تھیں......اس کا جہیز بھی بھجوا دیا گیا تھا۔

جب وہ اپنی ڈگری پوری کر کے واپس آئی تو اسے مایوں بٹھا دیا گیا تھا۔پھر تین دن بعد اس کا نکاح اور رخصتی بھی عمل میں آ گئی تھی۔جس کے نتیجے میں آج اسما اپنے شہر، اپنے گھر اور اپنے بہت پیارے اپنوں سے دور اس اجنبی شہر، اجنبی گھر اور اجنبی لوگوں کے درمیان موجود تھی۔خود کو ہمیشہ سے بڑھ کر اکیلا، تنہا اور غمگین سمجھتے ہوئے......یوں لگتا تھا وہ اتنے بڑے ہجوم میں اکیلی رہ گئی تھی۔

رات بھر ایک اذیت ناک صورتِ حال سے گزرنے کے بعد اس وقت اسما کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔اسے بہت ساری چیزوں کو سوچنے کے لیے بہت سارا وقت چاہیے تھا۔اسے اعصاب پُرسکون رکھ کر ہر ایک نکتے پر غور کرنا تھا۔آخر اس کے ساتھ کیا ہوا تھا؟ اور کیوں ہوا تھا؟ رات کا خوفناک منظر ایک مرتبہ پھر اس کی آنکھوں کے سامنے عکس چھوڑ رہا تھا۔

وہ ایک طویل سفر کے بعد جب کوئٹہ میں اپنی سسرال پہنچی......تو یہاں پہ بہت سارے لوگ اس کا پُرجوش استقبال کرنے کے لیے موجود تھے۔ہادی کی بڑی بھابی، دو بہنیں......اور ایک نہایت ہی شفیق، خوش خلق اور محبت کرنے والی بزرگ خاتون...... جو اتنی بزرگ بھی نہیں تھیں البتہ چلنے پھرنے سے قاصر تھیں...... پتا چلا کہ انہیں گھٹنوں کی تکلیف ہے۔یہ خاتون ہادی کی اماں تھیں۔

"تو جو منگنی کرنے کے لیے آئی تھیں وہ کون تھیں؟" اسما کا دماغ الجھ کر رہ گیا تھا۔پھر یہ الجھنیں تب بڑھتی چلی گئی تھیں جب رسم کے مطابق اسما کو اس کے کمرے میں پہنچا کر گھونگٹ الٹا گیا تھا۔گھونگٹ الٹنے والی بھی ہادی کی بھابی تھیں۔ جیسے ہی زری نے گھونگٹ الٹا، بہت سارے لوگوں کے تاثرات عجیب ہو گئے تھے......وہ ان سب کے تاثرات تو نہیں دیکھ سکی تھی لیکن بہت ساری دبی، دبی آوازیں اس کے کانوں میں ضرور پڑیں۔

"کیا بابا دلہن بدل کر لے آئے؟" یہ جذباتی سی آواز ہادی کی بہن کشف کی تھی۔اس آواز نے اسما کے حواس معطل کر دیے تھے۔

☆☆☆

''بابا کو کیا ہوا؟ وہ دلہن کیوں بدل لائے......؟''
اس آواز کی بازگشت ابھی تک کمرے میں گونج رہی تھی بلکہ کمرے میں ہی کیوں؟ کمرے سے باہر تک یا شاید بہت آگے بارہ دری کے مردان خانے تک...... جسے بیٹھک کہا جاتا ہے۔

کچھ ہی دیر پہلے جو جمگھٹا اس کے ارد گرد تھا...... لمحوں میں چھٹ گیا۔ کمرے سے آوازیں نکل کر راہداری میں چلی گئی تھیں ۔ اب گیلری سے مختلف بھنبھناہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ دبی، دبی آوازیں کچھ حواس باختہ سی کچھ انتہائی متعجب، کچھ پریشان، کچھ غصے میں جیسے ان کے ساتھ کچھ انہونی ہوگئی تھی۔

''یہ ''وہ'' تو نہیں......'' کشف سے چھوٹی فلک نے انتہائی غم زدہ آواز میں کہا تھا۔

''اچھا...... تم لوگ یہاں سے چلو......'' زری نے ان دونوں کو اماں کے کمرے میں بھیجا تھا...... وہ دونوں شدید جذباتی کیفیت میں اماں کے پاس آکر ابل پڑی تھیں۔

''یہ ہماری بھابی نہیں ہے اماں! وہ تو کوئی اور تھی...... یہ تو نہیں تھی...... ہمارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ کاش بابا ہمیں بھی بارات کے ساتھ لے جاتے......''
ان میں زیادہ دھچکا کشف کو لگا تھا۔ وہ کسی طور نئی دلہن کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ اس کے تصور میں اس اسما کا کہیں نام ونشان بھی نہیں تھا۔ ان کے ذہن میں بنا بنایا اسما کا امیج تڑخ گیا تھا۔ وہ ان کے سپنوں میں بسی بھابی بھی نہیں تھی۔

اماں بھی اس صورتِ حال پہ متفکر تھیں...... لیکن انہیں اسما کو دیکھ کر ان سب کی طرح کوئی دھچکا نہیں لگا تھا بلکہ وہ ان سب کو سمجھانے کی کوشش کررہی تھیں...... بلکہ انہیں ان کی فضول تکرار پر اختلاج ہورہا تھا۔

''ایسا ممکن نہیں کہ تمہارے بابا کو دھوکا ہوا ہو...... اسما کے والد کو ایک عرصے سے جانتے ہیں وہ......'' اماں کے رسان سے سمجھانے پر کشف ابل پڑی تھی۔

''لیکن یہ اسما نہیں ہے...... میں مان ہی نہیں سکتی......'' کشف کا مارے غم و غصے کے برا حال تھا...... اس کا دماغ سائیں، سائیں کررہا تھا۔

''اسما تو میرے ساتھ اتنی فرینک تھی، ہماری گھنٹوں بات ہوتی تھی...... اس کا ایک، ایک ایم ایم ایس میرے پاس محفوظ ہے۔'' کشف رو دینے کو تھی۔

''اس کی بے شمار تصویریں ہیں میرے پاس...... میں کیسے مانوں کہ ہمارے ساتھ دھوکا نہیں ہوا۔'' اس کی آواز بلند تھی۔ لہجہ غم و غصے کی شدت سے پھٹ رہا تھا۔

''میری بچی! یہ اسما ہے، تمہاری بھابی میں خود اس سے مل نہیں سکی...... مگر مجھے خبر تھی کہ اسما یہی ہے۔'' اماں نے بیٹی کو اپنے پاس بٹھا کر اس کا صدمہ اور غصہ کم کرتے ہوئے کہا۔

''اگر یہ اسما ہے تو پھر وہ کون تھی؟'' کشف اور زری نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔ اماں نے انہیں سہج سہج کر سمجھایا۔

''تم لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے...... بہتر ہے، اپنے رویے ٹھیک کرو...... دلہن اس گھر میں نئی ہے...... وہ تم لوگوں کے اجنبی رویوں اور ان فضول تبصروں پر پریشان ہوگی۔ پتا نہیں تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے۔ میں تین مہینے علاج کے لیے پردیس کیا رہ آئی تم لوگوں کے دماغ خراب ہوگئے ...'' اب اماں کو تھوڑا غصہ آگیا تھا۔ وہ تینوں ایک دوسرے کو ہونق انداز میں دیکھتی سر تھام کر رہ گئی تھیں۔ اماں نے شکر ادا کیا تھا کہ وہ خاموش ہوچکی ہیں...... یا شاید ہوش ٹھکانے آگئے تھے ان کے...... اماں کو اندازہ ہی نہیں تھا کہ کچھ دیر بعد ان کے ہوش اڑانے کو ہادی بھی آندھی وطوفان کی طرح ان کے سر پر گرجنے اور برسنے کے لیے زہر خند سا چلا آئے گا۔

☆☆☆

رات لمحہ، لمحہ بیت رہی تھی۔ باہر چاندنی میں نہائی رات کا فسوں پھیل رہا تھا۔ آسمان ستاروں سے سجا اپنی نرالی چھب دکھا رہا تھا۔ فضا میں خنکی تھی...... پہاڑی علاقوں میں رات کو موسم انتہائی ٹھنڈا ہوجاتا ہے۔ ورنہ

پنڈی میں ان دونوں گرمی کا راج تھا۔ باہر خنک ہوا کی وجہ سے کمرے کا ماحول بھی ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

۔۔۔ اور اسی طرح اسما کا وجود بھی دھیرے، دھیرے سرد ہوتا جارہا تھا۔ ٹھنڈک ہڈیوں میں سرایت کرتی جارہی تھی۔ اسے اپنے مہین زرتار لباس میں سردی محسوس ہونے لگی۔ گوکہ یہ سردی موسم کی بنا پر نہیں تھی۔ آنے والے حالات اور کچھ دیر پہلے کی صورتِ حال اس کے جسم میں پھریری بھر رہی تھی۔

کمرا اس وقت ویران ہوچکا تھا۔ باہر کی چہل پہل بھی ماند پڑگئی تھی۔ انسانی قدموں کی آہٹیں نہ ہونے کے برابر تھیں۔ کشف اور فلک کی آوازیں آنا بند ہوچکی تھیں۔ شاید سب لوگ اپنی، اپنی جگہ اس غیر متوقع سچویشن اور صدمے کے اثرات سے سنبھل چکے تھے۔

کچھ دیر پہلے زری دوبارہ اندر آئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس تھا۔ کیونکہ اسما نے کھانے سے انکار کردیا تھا۔ تب زری نے کچھ حیرانی سے پوچھا۔

''تم ہادی کے ساتھ کھانا، کھانا چاہتی ہو؟''

اس کے انداز میں کچھ جھجک بھی تھی۔ اسما کا سر فوراً نفی میں ہل گیا۔

''نہیں، مجھے بھوک نہیں......'' اسے زری کی بات پر کچھ شرم محسوس ہوئی تھی۔ جانے اس نے اسما کے انکار پر ایسی بات کیوں سوچی تھی۔

''اچھا...... پھر یہ دودھ پی لو......اماں کو بہت فکر ہورہی تھی۔ تم اتنا لمبا سفر کرکے آئی ہو...... کھانا بھی نہیں کھایا۔'' زری نے ملائمت سے کہا تھا۔ اسما نے سر ہلادیا۔ کچھ دیر دونوں کے درمیان معنی خیز سی خاموشی تنی رہی تھی جسے اسما کی آواز نے توڑا تھا۔

''آپ لوگ بارات کے ساتھ نہیں آئے تھے؟'' وہ قدرے جھجک کر پوچھ رہی تھی۔

''ارے تمہیں نہیں پتا...... ہمارے ہاں رواج نہیں ہے...... البتہ ولیمہ خوب دھوم دھام سے کرتے ہیں۔ بارات میں گھر کی خواتین نہیں جاتیں۔'' زری کے بتانے پر اسما خاموش ہوگئی تھی۔ جیسے اس کی بات سمجھ چکی ہو۔

''ہادی لوگ بس پہنچتے ہی ہوں گے۔ دراصل صائم کی فلائٹ کے لیٹ ہونے کی وجہ سے پروگرام درہم برہم ہوگیا۔ صائم اور عزہ ترکی سے آرہے ہیں بلکہ اب تو گھر کے قریب ہوں گے۔ ہادی انہیں... ائرپورٹ سے لینے گیا ہے۔ فدا کو تھوڑا بخار ہوگیا تھا۔'' زری کے تفصیل سے بتانے پر اسما نے سر ہلایا۔

صائم، فدا سے چھوٹا اور ہادی سے بڑا تھا۔ عزہ اس کی بیوی تھی۔ دونوں کی لو میرج تھی۔ زری نے اسے مزید بھی بتایا تھا۔

''صائم، عزہ اور ہادی میں بڑی دوستی ہے۔ تینوں کلاس فیلو بھی تھے۔ بلکہ ان کی دانت کاٹے کی دوستی ہے۔ جب بابا تمہیں شگن کی انگوٹھی پہنانے پنڈی گئے تھے تب اماں کو ہادی ان دونوں کے پاس ترکی لے کر گیا ہوا تھا۔ اماں کا وہاں سے علاج کروایا ہے۔ بابا کے ساتھ ہماری پھوپی ساس گئی تھیں تمہیں انگوٹھی پہنانے۔'' زری کے زیادہ بولنے کا ایک فائدہ یہ ہوا تھا کہ اسما انتہائی اور خوفناک سوچوں سے بچ گئی تھی۔ کچھ دیر پہلے والی کشف اور فلک کی باتیں گوکہ ابھی تک اس کے دماغ پر ہتھوڑے برسا رہی تھیں تاہم لمحہ بھر کے لیے اسما کا دھیان بٹ گیا تھا۔

کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد زری نے اپنے اندر اٹھتے تجسس کے ابال پر قابو نہ پاتے ہوئے بالآخر جھجکتے ہوئے پوچھ ہی لیا تھا۔

''ایک بات بتاؤ اسما!'' اس نے اسما کے قریب بیٹھتے ہوئے خاصی جھجک کے ساتھ پوچھا تھا۔

''جی......'' اس نے دھیمی آواز میں کہا اور سوالیہ نظرں سے زری کے کچھ بے چین چہرے کی طرف دیکھا رہی تھی۔ یہ بے چینی...... کیوں تھی؟ اسما کا دل بیٹھنے لگا...... پھر سے کشف اور فلک کی باتیں دل و دماغ کو جھنجوڑنے لگی تھیں۔

''تمہاری کوئی اور بہن بھی ہے؟'' زری کا انداز بہت محتاط تھا۔ وہ اس انداز میں پوچھ رہی تھی کہ اسما کو برا

نہ لگے اور نہ ہی وہ اس کے غیر معمولی سوال پر چونکے...... اپنے تئیں کچھ دیر پہلے والی سورتِ حال کو اسما سے چھپایا ہوا سمجھتے ہوئے وہ بڑی احتیاط سے بات کررہی تھی۔ اور اسما تو جان گئی تھی کہ وہ کس تناظر میں بات کررہی ہے...... گو کہ حقیقت اب بھی اس کی پہنچ سے دور تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی، ان لوگوں کو کیسی غلط فہمی لاحق ہوئی ہے۔ اور یہ لوگ اسے دیکھ کر اتنے شاکڈ کیوں رہ گئے تھے؟ کیا خبر ان کے ذہنوں میں اس کا بہت خوب صورت امیج بنا ہو یہ لوگ اپنی اسما بھابی کو بہت حسین سمجھتے ہوں جبکہ اسے دیکھ کر انہیں مایوسی ہوئی ہو۔

وہ کوئی حور شمائل نہیں تھی...... بلکہ ان سب گوروں میں وہ اور بھی کالی نمایاں ہورہی تھی...... اس کا رنگ خاصا سانولا تھا...... نقوش واجبی تھے...... قد بھی درمیانہ سا تھا...... قابلِ قبول سا...... مجموعی تاثر اس کا کوئی بہت خوش شکل یا خوب صورت نہیں تھا...... وہ بہت عام سے بھی عام لگتی تھی۔ اگر اسے اپنے جیسی ہی لڑکیوں میں دیکھا جاتا تو اس میں ذاتی طور پر انفرادیت نظر آسکتی تھی...... اس میں وقار اور ٹھہراؤ تھا...... سراپا کچھ فربہی مائل تھا...... وہ بہت ڈائٹنگ کرتی تھی تب ہی ذرا بہت نظر آتی۔

جب اسے خوب صورت بلکہ اتنے زیادہ خوب صورت لوگوں میں دیکھا جاتا جیسے زری، کشف، فلک یا اسمارا تو وہ ان سب کے درمیان بہت عام، معمولی اور بہت کم تر دکھائی دیتی۔ اس کے انتہائی سانولے مہندی رچے کومل ہاتھوں میں اضطراب اتر آیا تھا۔ اس کا سارا اعتماد ہوا ہوتا بکھرتا نظر آنے لگا۔ زری کے سوال کے پیچھے کیا وجوہات تھیں؟ اگرچہ وہ بہت ذہین اور معاملہ فہم لڑکی تھی لیکن اچانک ایسی سچویشن کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ اس کے حواس کام کرنا چھوڑ رہے تھے...... اس کی سوچنے، سمجھنے کی صلاحیتیں مفلوج ہورہی تھیں۔ اس نے اپنی کشادہ آنکھوں میں حیرت کو سمیٹ کر نفی میں سر ہلایا۔

''میری کوئی بہن نہیں...... بس ایک بھائی ہے عاشر......''

''تو پھر......؟'' زری کا واضح طور پر رنگ بدلنے لگا تھا۔ وہ لمحہ بھر کے لیے بھونچکی رہ گئی تھی۔ اسما کو چپ رہنا غیر مناسب لگا تھا۔ زری کے بدلتے تاثرات اسے کسی واضح گڑبڑ کا احساس دلا رہے تھے۔ اس کا دل پھر سے خدشات میں لپٹ کر چکر کھانے لگا تھا۔

'' بھابی کوئی مسئلہ ہے کیا؟'' اسما کو بالآخر بڑے ضبط اور صبر کے ساتھ پوچھنا پڑا تھا۔ زری کو اس سے شاید ایسے سوال کی توقع ہی نہیں تھی۔ وہ لمحہ بھر کے لیے گڑبڑا گئی تھی۔

''نن...... نہیں تو......''

''آپ کچھ چھپا رہی ہیں؟'' اسما نے بڑے ٹھہرے انداز میں کہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں وہم کے ساتھ، ساتھ کھوج اتر آئی تھی۔

''ہرگز نہیں......'' زری کو اپنا ہی لہجہ کھوکھلا اور خالی، خالی سا لگا۔

''مجھے لگتا ہے یہاں پہ کچھ طوائف الملوکی جیسی سچویشن ہے......'' اسما کا کھویا ہوا اعتماد دھیرے، دھیرے بحال ہونے لگا تھا۔ اور زری کا اپنا اعتماد ہاتھوں سے جاتا رہا۔

''میں اتنی مشکل اردو نہیں سمجھ سکتی......'' زری نے جان بوجھ کر مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے ماحول کی کثافت کم کرنا چاہی تھی...... اسما نے طوائف الملوکی کی واضح وضاحت کردی تھی۔

''یہ کھلبلی سی، یہ ہلچل اور آنے والا غدر......؟ میں اس سچویشن کی بات کررہی ہوں۔'' اسما کی چھٹی حس جو محسوس کررہی تھی۔ وہ اسی تناظر میں زری کو حواس باختہ کرنے لگی۔

'' کچھ بھی نہیں ہے۔ تم فکر مت کرو......'' زری الجھی، الجھی سی بہ مشکل بولی تھی...... پھر وہ اسے دودھ پینے کا مشورہ دے کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ جاتے جاتے اس کی نگاہ ہادی کے انلارج سائز فوٹو پر پڑی تو لمحہ بھر کے لیے زری کو دھچکا لگا تھا۔

''ہادی بالکل قبول نہیں کرے گا...... ہادی ایک

طوفان کھڑا کردے گا۔ وہ اعلانیہ، ظاہراً آشکاراً ایک محاذ کھڑا کرے گا۔ وہ کشف اور فلک کی طرح کیسے خاموش رہ سکتا ہے؟ جبکہ وہ تو...... اُف میرے خدا......! کیا صائم اور عزہ اس بگڑتی صورت حال پر قابو پاسکیں گے؟'' زری کی بڑبڑاہٹوں نے اسما کو لحہ بھر کے لیے منجمد کردیا تھا۔

☆☆☆

رات کا سحر پورے شہر کوئٹہ پر چھانے لگا۔ رات نشہ آور بدمست خوشبو کی طرح حواسوں پر چھاتی جارہی تھی۔ رات اگرچہ اندھیری تھی...... مگر جگنوؤں کی طرح چمکتی تھی...... رات ایک ساحرہ تھی جو مشک فام زلفیں بکھرائے ہر سو اپنا سحر بکھیر رہی تھی۔ رات آج جی بھر کے بول رہی تھی۔

رات جذبوں اور نئے احساسات کے پھول کاڑھتی تھی...... رات زمین دل پر محبتوں کی نئی فصل کاشت کرتی تھی۔ رات نئی چاہتوں کے بیج بوتی تھی...... رات نئے رشتوں کے پھول اگاتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں رات کے حسن سے بڑھ کر مستی تھی...... آنکھوں کا خمار سیاہ تار کول پہ چھلکتا تھا۔ اور اس کے ہونٹوں پر نشے سے مخمور ہلکی مسکراہٹ نے گھیرا تان رکھا تھا۔

گاڑی کی اسپیڈ انتہائی حد سے تجاوز کرتی عزہ اور صائم کو بے طرح ہراساں کررہی تھی...... فرنٹ سیٹ پر بیٹھا صائم اور پیچھے بیٹھی عزہ ہر ایک جھٹکے پر بری طرح چلا اٹھتے لیکن ہادی پہ ان کے چلانے کا کوئی اثر ہوتا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ کچی کلیوں کی طرح مہک رہی تھی۔ اور لبوں پر شوخ دُھن بکھر رہی تھی۔

''آئی لوایٹ......''

''آئی لوایٹ۔''

اس کی گنگناہٹوں سے گاڑی کی فضا میں ارتعاش پیدا ہوتا...... اور وہ پیچھے مڑ، مڑ کر عزہ کو جتلاتا۔

''مجھے اس سے محبت ہے...... مجھے اس سے محبت ہے۔'' عزہ اور صائم اس کے گردن موڑ کر پیچھے دیکھنے پر چلا کر احساس دلاتے تھے۔

''سامنے دیکھو...... اللہ کا واسطہ ہے سامنے دیکھو...... تمہیں اس سے محبت ہے اور ہمیں اپنی زندگی سے۔'' عزہ نے چوتھا دھمو کا اس کے کندھے پر جڑا تھا۔ وہ اس دھموکے کو وصول کر کے اسپیڈ کچھ اور بڑھاتا تو صائم کے تیور بگڑ جاتے۔ جیسے ابھی وہ اس کی گردن دبوچنے کی خواہش کو دل میں دبا کر چلانے کے بجائے انتہائی عاجزی سے کہہ رہا تھا۔

''ہادی! ہمیں اپنے گھر جانے کی جلدی ہے...... اوپر جانے کی نہیں...... اللہ کا واسطہ ہے ہاتھ ہولا رکھو......''

''اور مجھے اپنی دلہن کے پاس جانے کی...... ذلیلوں کیا ضرورت تھی آج آنے کی...... رات اسلام آباد میں اسٹے کرلیتے...... مجھے چار گھنٹے ائر پورٹ پر خوار کیا...... پھر گھر تک کی لمبی ڈرائیونگ...... میں پنڈی سے کوئٹہ تک کا سفر کر کے آیا تھا۔ پھر تم دونوں کی ڈرائیوری سرانجام دینے بابا نے یہاں بھیج دیا تمہیں لینے کے لیے...... فدا بخار کا بہانہ بنا کر زری سے خدمتیں کروا رہا ہے اور میں یہاں تم دونوں کا ''خادم خاص'' جدی پشتی ڈرائیور بنا خوار ہو رہا ہوں۔ اُدھر گھر میں میری معصوم دلہن میرے فراق نہیں بلکہ انتظار میں آہیں بھرتی مجھے جھولیاں بھر، بھر کر بددعائیں دے رہی ہوگی۔'' ہادی کی زبان نان اسٹاپ گاڑی کی طرح فراٹے بھر رہی تھی جبکہ عزہ اس کے جلبلانے پر تڑخ کر چیخی۔

''اللہ...... اتنا بڑا جھوٹ تمہاری دلہن؟ اور وہ بھی معصوم...... جیسے میں تو اسے جانتی ہی نہیں ہوں...... ہادی! جھوٹ وہ بولو جو ہم دونوں مظلوم میاں، بیوی ہضم کرسکیں۔''

''دیکھا...... ابھی سے میری دلہن بیچاری کے خلاف محاذ کھڑا کرلیا...... اسے چالاک اور مکار کہا......'' ہادی نے بیک مرر سے عزہ کو چڑایا تو وہ ایک مرتبہ پھر چلائی تھی۔

''میں نے کب کہا......؟'' وہ ہکّا بکّا رہ گئی تھی۔

''منہ پر نہ سہی...... دل میں تو کہا ہوگا۔'' ہادی، عزہ کو ستا رہا تھا۔

''بہت پٹو گے مجھ سے تم......'' عزہ نے اسے دھمکایا۔'' اور یہ تم نے کیا کہا...... ہم آج نہ آتے......یعنی کل تمہارا ولیمہ بھی اٹینڈ نہ کرتے...... جبکہ سب کچھ وائنڈ اپ کر کے ہم صرف تمہاری شادی کے لیے آئے ہیں۔ ایسے ہوتے ہیں بے مروت لوگ...... جیسی تمہاری دلہن بے مروت ہے ویسے ہی تم بدلحاظ...... مطلب کے پورے اور بے مروت ہو۔'' عزہ نے اگلے پچھلے حساب برابر کردیے تھے۔ ہادی کان دباتا مسکراتا رہا۔

''تم اسما کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑ گئی ہو؟'' ہادی نے مسکینیت سے پوچھا۔

''کیونکہ اس نے میرے دیور پر اپنے حسنِ قاتل کا جادو چلایا اور پھر پچھلے کئی ماہ سے روپوش ہوگئی...... میں مجبور ہوں یہ سب کہنے پر یعنی کہ کوئی کارسپانڈنس نہیں...... حد ہوتی ہے میرے دیور اور شوہر کو دیوانہ بنا کر گدھے کے سر سے سینگوں کے مانند غائب ہوگئی۔'' عزہ جلے دل کے پھپولے پھوڑ رہی تھی جبکہ ہادی نچلا لب دانتوں تلے دباتا ہنس رہا تھا۔

''دیور کی دیوانگی تک بات درست ہے......تم مجھ غریب کو کیوں بیچ میں گھسیٹ رہی ہو؟'' صائم نے معصوم صورت بنا کر پوچھا۔

''پچھلے چھ مہینے میں تم نے چھ ہزار مرتبہ اسما کو یاد کیا ہے......'' عزہ نے دانت پیس کر جتلایا تھا۔ وہ کان کھجاتا رہ گیا۔

''ظاہر ہے اس نے ہمارے ساتھ، ساتھ ہادی سے بھی تمام رابطے چھوڑ رکھے تھے۔ فکر تو بنتی تھی ناں......'' اس نے وضاحت کی تھی۔

''ڈیٹ فکس ہونے کے بعد اسے ''مشرقیت'' کا خیال آگیا ہوگا۔'' ہادی نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

''لگتا تو نہیں تھا......'' عزہ نے اپنے ازلی منہ پھٹ لہجے میں جتایا۔ ہادی نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

''حدِ ادب......'' اس کا انداز ناصحانہ تھا......'' وہ تمہاری قابلِ احترام دیورانی ہے۔''

''پہلے تو میں قابلِ احترام دیورانی کی گردن دبوچوں گی پھر آگے کا سوچوں گی۔'' عزہ نے اپنے ارادے ظاہر کیے تھے۔

''کیوں، تم نے مجھے بیوہ کرنا ہے؟'' ہادی نے گھو کر عزہ کو دیکھا تو صائم اور عزہ ہنس، ہنس کر بے حال ہوگئے تھے۔

''دل تو میرا چاہ رہا ہے...... بیوہ تمہیں نہیں اسے کردوں...... بیچاری کس جلاد کے کھونٹے سے بندھ گئی۔'' عزہ نے بہ مشکل ہنسی روک کر کہا۔

''یعنی اب وہ ''بیچاری'' ہوگئی؟ عزہ! تمہاری ایک زبان نہیں...... مجھے غصہ مت دلاؤ......'' اس نے گاڑی کی اسپیڈ بڑھاتے ہوئے عزہ کو دھمکایا تھا۔

''کیوں، تم کیا کرلوگے؟'' عزہ نے غضب ناک ہوکر پوچھا۔

''اپنے بھائی کو رنڈوا کردوں گا پھر اس کی دوسری شادی کروادوں گا۔ اور تم سے اچھی بھابی لاؤں گا۔'' اس کی گردان مکمل ہوتے ہی گاڑی بڑے سے کھلی سلاخوں والے گیٹ کے اندر داخل ہوتی پورچ میں آکر رکی تھی۔ گاڑی کے رکتے ہی عزہ نے اپنا پرس اٹھایا اور بھاگتی ہوئی اندر کی طرف دوڑی تھی۔

''میں تم سے پہلے اسما کا دیدار کرلوں......ورنہ صبح سے پہلے پھر ملاقات نہیں ہوگی اگر تم خدانخواستہ مجھ سے پہلے اپنے کمرے میں چلے گئے تو......'' عزہ کی پھرتی کا پس منظر جان کر ہادی بری طرح کراہا تھا۔ تب صائم نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر دلاسا دیا۔

''یاد نہیں میری شادی کا وقت...... مجھے پوری رات تم کوئٹہ کی سڑکوں پر گھماتے رہتے تھے۔ بعدازاں مجھے گاڑی میں لاک کر کے گھر بھاگ آئے۔ یہ تو بھلا ہوا فدا کا جو مجھے قید خانے سے چھڑا کر گھر لے آیا تھا ورنہ میری تو ساری رات تمہیں گالیاں دیتے گزر

جانی تھی۔''

''اچھا......تو تم اپنی بیوی کے تھرو مجھ سے بدلہ لے رہے ہو۔'' ہادی نے کھسیا کر بالوں میں ہاتھ پھیرا تو صائم اثبات میں سر ہلاتا اسے بھرپور انداز میں چڑانے لگا۔

☆☆☆

اس نے جیسے ہی ایک خوشگوار تاثر کے ساتھ ہینڈل گھمایا۔ دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا تھا۔ سامنے سے زری آتی دکھائی دی تھی جو عزہ کو دیکھ کر حواس باختہ ہوگئی تھی۔ عزہ نے بھرپور انداز میں زری کو سلام کیا اور بے دھڑک ہادی کے کمرے میں داخل ہوگئی تھی۔ زری دودھ کا خالی گلاس لیے جہاں کی تہاں کھڑی تھی۔

عزہ اپنے ازلی شوخ، بے دھڑک برجستہ انداز میں اسما کی طرف آتے ہوئے بولی۔

''بے وفا لڑکی! گن، گن کر بدلے لوں گی تم سے، دیورانی بننے سے پہلے ہی ہمیں ہاتھ دکھا گئیں۔ نہ فون نہ میسج......نہ کوئی اتا پتا......'' وہ مسکراتے ہوئے اسما کے مقابل دھپ سے بیٹھی تھی پھر اسی رفتار سے عزہ کو کرنٹ لگا......اس کے اگلے الفاظ منہ میں اٹکے رہ گئے تھے۔ وہ ششدر سی اسما کو دیکھتی رہی اور اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں رہا تھا۔ اس کے تاثرات اور الفاظ اسما کو چکرا کر رکھ گئے تھے۔ یہاں تو ہر کوئی غلط فہمی میں مرا جا رہا تھا۔ آخر اس کے آس پاس ہو کیا رہا تھا؟

اس قدر شدید شاک کے بعد سنبھلنا اتنا آسان نہیں تھا...... بلکہ وہاں کھڑا رہنا ہی آسان نہیں تھا...... عزہ کا دماغ گول، گول گھومنے لگا......اسے بڑے زور کے چکر آ رہے تھے پھر اس سے وہاں ٹھہرنا محال ہوگیا...... اسما سے بہ مشکل معذرت کرتی وہ باہر نکلی تو زری بھی اس کے پیچھے بھاگی آئی تھی۔

عزہ وہیں گیلری میں رکھے صوفے پر بیٹھ گئی...... اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام رکھا تھا۔ اس کے آس پاس دھماکے سے ہو رہے تھے۔ پھر بہت دیر خاموشی ان دونوں کے درمیان ناچتی رہی تھی۔ جسے عزہ کی آواز نے ہی توڑا تھا۔

''یہ اسما تو نہیں ہے......'' اس کا انداز بھی کم و بیش کشف اور فلک جیسا تھا۔ ''یہ وہ اسما تو ہے نہیں جو ہادی کی منگیتر تھی۔ جسے ہم لوگ جانتے تھے۔ جس کی تصویریں ہمارے پاس ہیں......جس کا ہمارے ساتھ ٹیلی فونک رابطہ تھا۔ جو بابا کے دوست کی بیٹی تھی۔'' عزہ غائب دماغی سے بولتی جا رہی تھی۔

''میں بھی اسی شاک میں ہوں...... لیکن اماں بضد ہیں اور بابا مطمئن......انہیں تو خبر بھی نہیں...... یہاں پر کوئی اتنی بڑی گڑبڑ ہو چکی ہے۔ ہادی تو اسما کے لیے کس قدر پچی ہو چکا تھا...... اسما کے علاوہ کسی اور کو قبول کرنا اس کے لیے کتنا دشوار ہوگا۔'' زری ہاتھ مسلتی عجیب کشمکش میں مبتلا تھی۔

''مجھے تو اندر بیٹھی اس لڑکی پر ترس آ رہا ہے...... اس بیچاری کے بھی تو کوئی جذبات ہوں گے پھر وہ اپنی مرضی سے تو نہیں آئی...... بابا اسے اتنے مہمانوں اور گواہوں کی موجودگی میں عزت آبرو کے ساتھ اپنی بہو بنا کر لائے ہیں۔'' زری کے اگلے الفاظ نے عزہ کے اندر موجود احساسات کو جگا ڈالا۔ کسی حد تک وہ اس شاک سے سنبھل گئی تھی لیکن ابھی تک اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جو کچھ ان کے ساتھ ہوا تھا وہ حقیقت میں بھی ہو سکتا تھا۔ یہ ایک فلمی سچویشن تھی انتہائی عجیب و غریب اور افسوس ناک بھی۔

آخر آنے والے حالات میں کیا ہونے والا تھا؟ یہ بدترین صورتِ حال کس انداز میں بہتری کی طرف مڑے گی۔ سب کچھ اپنی جگہ پر آ بھی سکے گا یا نہیں......؟ وہ اندر موجود لڑکی کو اپنی بیوی کے روپ میں قبول کر سکے گا......؟

یہ کیسی صورتِ حال تھی جس سے سجی سجائی، ارمانوں بھری، حجلۂ عروسی میں بیٹھی دلہن ناواقف تھی...... کیا ہادی کے ساتھ کوئی دھوکا ہوا تھا یا محض مذاق؟ یہ سب کچھ جاننے کے لیے پڑھیے اگلا شمارہ ......